فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آپ کے شرعی مسائل کا حل

فتاویٰ یسئلونک دار الافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

شمارہ 118 | جمعۃ المبارک 30 شوال المکرم 1442ھ 11 جون 2021ء

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- سورہ نور کی آیت نمبر ۲۶ سے پیدا ہونے والے اشکال کا ازالہ
- عدالتی خلع کا حکم
- گائے کے گوشت میں بیماری کی روایت کی تحقیق
- سلف سے مراد کون ہیں

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

دار الافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

سورہ نور کی آیت نمبر ۲۶ سے پیدا ہونے والے اشکال کا ازالہ

سوال: ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ قرآن پاک میں تو ارشاد ہے کہ نیک مرد کے لیے نیک عورت اور برے مرد کے لیے بری عورت۔ قرآن کا وعدہ بھی سچا ہے مگر ہمارے سامنے ایک ایسا واقعہ ہے جو اس کے برعکس ہے یعنی جو عورت ہے وہ توماشاء اللہ دین کے لحاظ سے بہت اچھی ہیں نماز روزوں کی بھی پابند ہیں، رمضان میں تو عبادات کثرت سے کرتی ہیں، ہم یہ سب اس لیے اتنے یقین سے کہہ رہے ہیں کہ وہ ہماری بہت قریبی رشتہ دار ہیں اور دنیا کے لحاظ سے وہ ڈاکٹر ہیں۔ مگر جو ان کے شوہر ہیں وہ دنیا کے اعتبار سے ان پڑھ (جاہل) ہیں اور نماز بھی بالکل نہیں پڑھتے، رمضان میں روزے بس رکھ لیتے ہیں، اس کے علاوہ بد اخلاق ہیں اور جھوٹ کے بغیر تو ان کا دن ہی نہیں گزرتا، ہر معمولی سے معمولی بات میں وہ جھوٹ بولتے ہیں، سمجھیں یہ بس ان کی عادت بن چکی ہے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ یہاں قرآن کا وعدہ پورا تو نہیں ہو رہا؟ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے اتنے برعکس کیسے ہیں؟ برائے مہربانی اس کا ہمیں تفصیلی جواب چاہیے۔

جواب: سورہ نور کی آیت نمبر ۲۶ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے سب سے بہتر قول یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور الخبیثات سے مراد بری باتیں مثلا جھوٹ، بہتان، تہمت وغیرہ ہیں جو کہ برے لوگوں کے ہی لائق ہیں یعنی جو خود برا ہوگا وہ بری بات ہی منہ سے نکالے گا کیونکہ یہ آیت واقعہ افک کے بعد آئی ہے جب منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس آیت کے واقعہ افک کے بعد آنے میں یہی ربط ہے کہ اس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ بری باتیں مثلا تہمت لگانا برے لوگوں کا ہی کام ہے اور اچھی باتیں یعنی اس تہمت کا انکار کرنا یہ نیک لوگوں کا کام ہے۔

البتہ اس کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بری عورتیں برے مردوں کے لیے اور برے مرد بری عورتوں کے لیے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ بری عورتوں کا میلان برے مردوں کی طرف اور برے مردوں کا قلبی میلان بری عورتوں کی طرف ہوتا ہے تا کہ یہ دونوں اپنی اپنی برائیوں کو نکاح کے بعد بھی جاری رکھ سکیں یعنی برے مرد کو نکاح سے کوئی غرض نہیں ہوتی لیکن اس کو مجبورا نکاح کرنا پڑے تو وہ کر لیتا ہے لیکن مقصد صرف اپنی خواہش کا پورا کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ایک اور آیت میں اس کو بیان فرمایا الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها زان او مشرك۔

لہذا اس آیت سے یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ اللہ تعالی کا وعدہ ٹوٹ گیا کیونکہ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہی نہیں کہ ہر ایک کو اس کے مزاج کے مطابق جوڑ نصیب ہوگا تو اگر کسی نیک لڑکی کو کوئی بد اخلاق شوہر مل جائے تو یہ اللہ کی طرف سے اس کے لیے آزمائش ہے ایسی صورت میں نیک لڑکی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی ہدایت اور اپنی بہتر زندگی کے لیے دعا کرتی رہے۔

الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات والطيبات للطيبين والطيبون للطيبات أولئك مبرؤن مما يقولون لهم مغفرة ورزق كريم (۲۶)

اعلم أن الخبيثات يقع على الكلمات التى هى القذف الواقع من أهل الإفك، ويقع أيضا على الكلام الذى هو كالذم واللعن، ويكون المراد من ذلك لا نفس الكلمة التى هى من قبل الله تعالى، بل المراد مضمون الكلمة، ويقع أيضا على الزوانى من النساء، وفى هذه الآية كل هذه الوجوه محتملة. فإن حملناها على القذف الواقع من أهل الإفك كان المعنى الخبيثات من قول أهل الإفك للخبيثين من الرجال، وبالعكس والطيبات من قول منكرى الإفك للطيبين من الرجال وبالعكس، وإن حملناها على الكلام الذى هو كالذم واللعن، فالمعنى أن الذم واللعن معدان للخبيثين من الرجال، والخبيثون منهم معرضون للعن والذم، وكذا القول فى الطيبات وأولئك إشارة إلى الطيبين وأنهم مبرءون مما يقول الخبيثون من خبيثات الكلمات، وإن حملناه على الزوانى فالمعنى الخبيثات من النساء للخبيثين من الرجال وبالعكس، على معنى قوله تعالى: /الزانى لا ينكح إلا زانية [النور: ۳] والطيبات من النساء للطيبين من الرجال،

والمعنى أن مثل ذلك الرمي الواقع من المنافقين لا يليق إلا بالخبيثات والخبيثين لا بالطيبات والطيبين، كالرسول صلى الله عليه وسلم وأزواجه. (تفسير الرازي/ مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، ۲۳/ ۳۵۵)

عدالتی خلع کا حکم

سوال: اگر شوہر بیوی کے تمام حقوق اچھی طرح ادا کر رہا ہو اور اس نے کبھی بھی کسی قسم کا ظلم یا تشدد وغیرہ نہیں کیا ہو، حتی کہ کبھی گالی گلوچ تک بھی نہیں کی، نیز شوہر کسی طرح بھی طلاق یا خلع کے لیے راضی نہیں ہے۔ اس کے باوجود بیوی عدالت گئی اور وہاں شوہر پر کوئی الزام بھی لگایا، جس کو شوہر نے غلط ثابت کر دیا اور شوہر عدالت میں بھی طلاق یا خلع کے لیے راضی نہیں ہوا، لیکن پھر بھی پاکستانی عدالت اس کو خلع کی ڈگری جاری کر دیتی ہے۔ کیا اس طرح ڈگری جاری ہونے سے دونوں کا نکاح ختم ہو جائے گا یا بدستور نکاح قائم رہے گا؟ نیز خلع لینے کے لیے شرعی عذر بھی بیان فرما دیں۔ آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے۔

جواب: واضح رہے کہ خلع دیگر مالی معاملات کی طرح ایک مالی معاملہ ہے یعنی جس طرح دیگر مالی معاملات میں جانبین کی رضامندی ضروری ہے، اسی طرح خلع کے لیے بھی میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ہو اور کسی طرح نباہ ممکن نہ ہو تو عورت اپنے شوہر کو راضی کر کے اس سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اگر شوہر طلاق دینے کے لیے راضی نہ ہو تو مہر واپس کر کے یا مزید مال دے کر شوہر کو خلع کے لیے راضی کرے۔ اگر شوہر استطاعت کے باوجود حقوق پورے نہ کر رہا ہو، نان نفقہ نہ دے رہا ہو، یا مجنون ہو یا غائب ہو اور واپسی کی کوئی امید نہ ہو تو ان صورتوں میں عورت قاضی کی عدالت میں گواہوں کے ذریعہ اپنے اعذار بیان کر کے شوہر کی رضامندی کے بغیر فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر سکتی ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر عدالت میں عدم موافقت کی بنیاد پر خلع کی درخواست دائر کی گئی تھی اور عدالت نے خلع کی شرعی شرائط کا لحاظ کیے بغیر شوہر کی عدم رضا کے باوجود یکطرفہ ڈگری جاری کر دی ہو تو شرعاً اس ڈگری کا اعتبار نہیں، اس کی بنیاد پر عورت کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں، عورت بدستور پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، لہٰذا اسی کے ساتھ زندگی گزارنا ضروری ہے۔

والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود، وهو بمنزلة الطلاق بعوض، وللزوج ولاية إيقاع الطلاق، ولها ولاية التزام العوض (المبسوط، كتاب الطلاق، باب الخلع)

گائے کے گوشت میں بیماری کی روایت کی تحقیق

سوال: حدیث "أَلْبانُ البَقَرِ شِفاءٌ وسَمْنُها دَواءٌ ولُحُومُها داءٌ" کی رو سے کیا گائے کا گوشت کھانا نقصان دہ اور مکروہ ہے یا اس حدیث کی کوئی دوسری توجیہ بھی ہے نیز اگر گائے کا گوشت نقصان دہ ہے تو پھر اس کی قربانی کیوں مشروع کی گئی ہے۔

جواب: سوال میں مذکور روایت المعجم الکبیر میں امام طبرانی رحمہ اللہ نے، المراسیل میں امام ابوداود رحمہ اللہ نے، الطب النبوی میں امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، المعجم الکبیر میں ہے:

حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَتْنِي امْرَأَةٌ، مِنْ أَهْلِي عَنْ مُلَيْكَةَ بِنْتِ عَمْرٍو الزَّيْدِيَّةِ، مِنْ وَلَدِ زَيْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَتْ: اشْتَكَيْتُ وَجَعًا فِي حَلْقِي، فَأَتَيْتُهَا فَوَصَفَتْ لِي سَمْنَ بَقَرَةٍ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلْبَانُهَا شِفَاءٌ، وَسَمْنُهَا دَوَاءٌ، وَلُحُومُهَا دَاءٌ. (المعجم الكبير للطبراني، المجلد الخامس والعشرون، باب الميم)

ترجمہ: حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گائے کا دودھ شفا ہے اور اس کا گھی دوا ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔

نبی کریم ﷺ حالات اور وقائع کے اعتبار سے ارشاد فرمایا کرتے تھے، چونکہ حجاز کے علاقوں میں سختی اور خشکی پائی جاتی تھی تو ان کے لیے گائے کا گوشت نقصان دہ تھا، اس لیے ان کے حق میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے گائے کے گوشت کا مضر ہونا بتلایا ہے۔ لیکن اس سے عمومی طور پر

گائے کے گوشت کے ممنوع یا مکروہ ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ خود نبی کریم ﷺ سے گائے کی قربانی کرنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے:

ضَحّٰی رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ. (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۱۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی خواتین کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی۔

حدیث: لُحُومُ الْبَقَرِ دَاءٌ، وَسَمْنُهَا وَلَبَنُهَا دَوَاءٌ، أبو داود فی المراسیل من حدیث ملیکة ابنة عمرو أنها وصفت للراویة عنها سمن بقر من وجع بحلقها، وقالت: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ألبانها شفاء، وسمنها دواء، ولحومها داء، وكذا أخرجه الطبرانی فی الكبیر، وابن منده فی المعرفة، وأبو نُعیم فی الطب بنحوه، ورجاله ثقات، لكن الرواية عن مليكة لم تسم، وقد وصفها الراوی عنها زهیر ابن معاوية أحد الحفاظ بالصدق، وأنها امرأته، وذكر أبی داود له فی مراسیله لتوقفه فی صحبة مليكة ظنا، وقد جزم بصحتها جماعة، وله شواهد منها عن ابن مسعود رفعه: عليكم بألبان البقر وسمنانها، وإياكم ولحومها، فإن ألبانها وسمنانها دواء وشفاء، ولحومها داء، أخرجه الحاكم وتساهل فی تصحيحه له، كما بسطته مع بقية طرقه فی بعض الأجوبة، وقد ضحى النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن نسائه بالبقر، وكأنه لبيان الجواز أو لعدم تيسر غيره، وإلا فهو لا يتقرب إلى الله تعالى بالداء، على أن الحليمی قال كما أسلفته فی: عليكم، إنه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إنما قال فی البقر ذلك ليبس الحجاز ويبوسة لحم البقر منه، ورطوبة ألبانها وسمنها، واستحسن هذا التأويل، والله أعلم. (المقاصد الحسنة، الباب الأول، حرف اللام)

سلف سے مراد کون ہیں

سوال: حضراتِ اہل سنت والجماعت کے مفسرین ومحدثین اور فقہاء و صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلف کی تعریف کیا ہے؟ سلف کی اصطلاحی تعریف راجح قول کے مطابق بحوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرمایا جائے؟

جواب: سلف جمع ہے، اس کی مفرد سالف ہے، جس کا معنی ہے" گزرا ہوا زمانہ"۔ اور شرعاً سلف سے مراد صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ہیں اور حضراتِ اہل سنت والجماعت کے محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک پہلی صدی ہجری میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے زمانے تک کے گزرے ہوئے تمام قابلِ تقلید بزرگانِ دین کو سلف کہا جاتا ہے، جیسا کہ صاحبِ بنایہ نے ان کی تعریف کی ہے: المراد من السلف الصحابة والتابعون -رضی الله عنهم-. وأبو حنيفة -رحمه الله- والسلف جمع سالف، وهو الدهر الماضی، وفی الشرع: اسم لكل من تقلد مذهبه ويقتفی أثره فی الدين كأبی حنيفة -رحمه الله- وأصحابه، فإنهم سلف لأبی حنيفة وأصحابه والتابعون -رضی الله عنهم-(البناية شرح الهداية، ۱۵۰/۹)

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں سلف سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ ہیں، خاص طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، اسی طرح سلف سے ہر وہ شخص مراد ہے جو صاحبِ مذہب ہو اور فروعِ دین میں اس کی تقلید کی جاتی ہو، جیسے امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد اور ان کے ہم عصر ائمہ رحمہم اللہ وغیرہ۔ جنہیں مشہور لقب کے ساتھ اہل السنة والجماعة کہا جاتا ہے۔

قوله (أو يظهر سب السلف)... فعلى هذا لا يبعد أن يكون السلف شاملا للمجتهدين كلهم كما ذكره المصنف وغيره على أن السلف فی الشرع كل من يقلد مذهبه فی الدين كأبی حنيفة وأصحابه فإنهم سلفنا والصحابة والتابعين رضی الله تعالى عنهم فإنهم سلفهم كما فی الكفاية ولم يوجد أصل لما فی المستصفى أنه جمع سالف والمشهور أنه فی الأصل مصدر سلف أی مضى وسلف الرجل آباؤه والجمع أسلاف... قوله (منهم أبو حنيفة) كذا ذكره الكردری فی مناقبه وتبعه صاحب العناية والحافظ الذهبی والحافظ العسقلانی وغيرهم وفی اصطلاح الفقهاء كما قال الشيخ عبد العال فی فتاويه السلف الصدر الأول إلى محمد بن الحسن والخلف من محمد بن الحسن إلى شمس الحلوانی والمتأخرون منه إلى الإمام حافظ الدين البخاری (حاشية ابن عابدين، ۱۶۱/۷)

ختم شد